Content for Essay Writing Competition for Classes 6th to 10th students

اسلامی غزوات

- ## غزوہ خیبر

خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے، یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا، آبادی کے اردگرد مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کو سفر حدیبیہ سے پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن (ایک ماہ سے کم) ہوئے تھے کہ سننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں، انہوں نے قبیلہ بنوغطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر مدینہ فتح ہوگیا تو پیداوار کا نصف حصہ ہمیشہ بنوغطفان کو دیتے رہیں گے۔ نبی ﷺ نے اس غزوہ میں صرف انہیں صحابہ کو ہمارے ساتھ چلنے کی اجازت دی تھی جو
لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا کا پروانہ مل چکا تھا، ان کی تعداد سولہ سو تھی جن میں دو سو سوار تھے۔

لشکر اسلام آبادیٔ خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا، آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے اور نہ کبھی حملے کرتے، اسلئے لشکر اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ میدان اہل خیبر اور بنوغطفان کے درمیان پڑتا تھا اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیان خیبر کی مدد کے لئے نکلے تو انہوں نے لشکر اسلام کو سدراہ پایا اور اس لئے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے خیبر کے قلعوں کی طرف توجہ فرمائی، اور ایک ایک کر کے ان قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا، ان قلعوں میں ایک ایسا قلعہ تھا جو نامور یہودی شہسوار مرحب کا تخت گاہ تھا، اس کو حضرت علیؓ نے سر کیا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ قلعہ مسلمانوں کے لئے بہت سخت دشوار گذار ثابت ہو رہا تھا اور ان کا قابو اس پر نہیں چل پا رہا تھا، حضرت علیؓ کی آنکھیں اس وقت لال تھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کل فوج کا علم (جھنڈا) اس شخص کو دیا جائیگا جس سے خدا تعالیٰ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ یہ ایسی تعریف تھی کہ جسے سن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے، صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا، لوگوں نے عرض کیا کہ انہیں آنکھوں میں درد ہے، حضرت علیؓ آ گئے تو نبی ﷺ نے لعاب مبارک جناب مرتضیٰؓ کی آنکھوں کو لگا دیا، اسی وقت آنکھیں کھل گئیں، نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ درد کی تکلیف، پھر فرمایا علی جاؤ، راہ خدا میں جہاد کرو، پہلے اسلام کی دعوت دو بعد میں جنگ، علی! اگر تمہارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام بھاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہوگا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی، مقابلے کیلئے قلعہ کا مشہور سردار مرحب جب میدان میں نکلا، یہ اپنے آپ کو ہزار بہادروں

کے برابر کہا کرتا تھا، اس نے آتے ہی یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا، بہادر، تجربہ کار مرحب ہوں، جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھایا کرتا ہوں۔

اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عامر بن الاکوعؓ نکلے، وہ بھی اپنا شعر پڑھتے جاتے تھے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد ہوں میرا نام عامر ہے۔''

مرحب نے ان پر تلوار سے وار کیا، حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روکا اور مرحب کے نیچے کے حصہ پر وار چلایا، مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی، اُن ہی کے گھٹنے پر لگی، جس کے صدمہ سے بالآخر شہید ہو گئے، پھر حضرت علی مرتضیٰؓ نکلے، اشعار سے میدان گونج اٹھا، آپ فرماتے تھے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضبناک رکھا ہے، میں جنگلوں کے شیر کی طرح ہوں اور بہت ہی ہیبت ناک ہوں، میں اپنے پیمانے کی سخاوت سے بڑے بڑے پیمانے عطا کروں گا۔ حضرت علی نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا کہ اس کا کام تمام ہو گیا، اور فتح ہو گئی۔

خیبر کا واقعہ ہے ایک سیاہ فام حبشی غلام جو اپنے یہودی آقا کی بکریاں چراتا تھا، یہ دیکھ کر کہ یہودی لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں، ان سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس شخص سے لڑنے جا رہے ہیں جو نبوت کا دعوی کرتا ہے، اس کے دل میں نبی ﷺ کا شوق پیدا ہوا وہ اپنا بکریوں کا گلہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اور کسی بات کی دعوت دیتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا، میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تم اس کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو غلام نے کہا کہ اگر میں نے یہ گواہی دی اور اللہ پر ایمان لے آیا تو مجھے کیا ملے گا؟

فرمایا: ''اگر تم اسی پر رہے تو جنت ہے۔ غلام نے اسلام قبول کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ بکریوں کا گلہ میرے پاس امانت ہے، میں کیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ہنکا دو اور کنکری مارو اللہ تمھاری امانت ادا کرا دے گا اس نے ایسا ہی کیا اور بکریاں اپنے مالک کے پاس پہونچ گئیں، مالک سمجھ گیا کہ غلام مسلمان ہو گیا، اتنے میں حضور ﷺ نے وعظ فرمایا اور صحابہ کو جہاد پر ابھارا، جب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو شہیدوں میں یہ غلام بھی تھا، لوگ اس کی لاش اٹھا کر خیمہ میں لے گئے، آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اللہ نے اس غلام پر بڑا فضل فرمایا اور اس کو بڑی توفیق دی میں نے اس کے سرہانے دو حوریں دیکھیں حالانکہ اس کو ایک مرتبہ بھی سجدہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں سیاہ فام، کم رو آدمی ہوں، بو بھی خراب ہے، مال بھی میرے پاس نہیں ہے، اگر میں یہودیوں سے لڑوں اور مارا جاؤں تو کیا جنت میں جاؤنگا؟

فرمایا ہاں یہ سن کر وہ آگے بڑھا جنگ کی اور مارا گیا، حضور ﷺ اس کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ نے تمھارا چہرہ حسین کر دیا، تمھیں خوشبودار بنا دیا اور تمھیں بہت سا مال دیا، پھر فرمایا ''میں نے دیکھا کہ حوروں میں سے اس کی دو بیویاں ہیں۔

خیبر کی لڑائی سے پہلے ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ایمان لایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہو گیا، آپ ﷺ نے اس کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کریں، جب خیبر کی جنگ ہوئی اور کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا آپ ﷺ نے اس اعرابی کا بھی حصہ لگایا، اعرابی اپنے ساتھیوں کے اونٹ چرانے گیا تھا، جب پلٹ کر آیا تو لوگوں نے اس کا حصہ دیا، وہ اپنا حصہ لئے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟

فرمایا کہ ''یہ تمھارا حصہ ہے۔'' اس نے کہا میں اس لئے تھوڑی آپ کے ساتھ ہوا تھا، میں تو اس لئے ساتھ ہوا تھا کہ (حلق کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا) یہاں میرے تیر لگے اور میں مر کر جنت میں چلا جاؤں، فرمایا اگر تم اس ارادہ میں سچے ہو تو اللہ بھی یہی کر کے دکھائے گا۔خیبر کی لڑائی میں یہ اعرابی شہید ہوا تو اس کی لاش لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر سوال کیا؟ ''یہ وہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا اس کا معاملہ اللہ سے سچا تھا اللہ نے وہی کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسی کے جبہ میں رکھ کر کفنایا پھر اس کو مقدم رکھ کر نماز پڑھائی، دعا میں یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ تیرے راستہ میں ہجرت کرنے نکلا تھا اور شہید مارا گیا ہے میں اس کا گواہ ہوں۔

فتح کے بعد زمین مفتوح پر قبضہ کر لیا گیا لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دی جائے، ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کیا کریں گے، یہ درخواست منظور ہوئی۔

بٹائی کا وقت آتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے تھے کہ اس میں سے جو حصہ چاہو لے لو، یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے تھے کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ میں شریک تھے تقسیم کر دی گئی۔

خیبر ہی کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے پہنچے ان کے ساتھ یمن کے اشعری بھی تھے، یہ کچھ اوپر پچاس آدمی تھے، ایک کشتی پر سوار تھے، کشتی نے ان کو حبشہ کے ساحل پر پہونچا دیا، وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم کو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور ٹھہرنے کا حکم دیا ہے تم لوگ بھی ہمارے ساتھ ٹھہر جاؤ، یہ لوگ ٹھہر گئے اور حبشہ کے ساتھ ہی روانہ ہو گئے، جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہونچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو بڑی مسرت سے ان سے بڑھ کر ملے اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا خدا کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت میں آنے والوں کا بھی حصہ لگایا۔

خیبر ہی کے موقع پر ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا، سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے لوگوں سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سا گوشت زیادہ مرغوب ہے، لوگوں نے کہا دست کا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی اور دست میں خوب زہر ملا دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے گوشت نوچا، تو اللہ نے اس دست ہی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کر دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے دریافت فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انھوں نے قبول کیا، فرمایا کیوں؟ انھوں نے کہا ہم نے سوچا کہ اگر آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو ہم کو چھٹی مل جائے گی اور اگر پیغمبر ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، عورت کو بھی خدمت میں حاضر کیا گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ میرا ارادہ مار ڈالنے ہی کا تھا فرمایا اللہ تعالی تجھے اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اسے قتل کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگلے سال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں گے۔اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال عمرہ ادا کرنا چاہا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ واقعہ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی نہ رہ جائے چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو اس اثناء میں مر چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

معاہدہ میں شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں آئیں تو ہتھیار ساتھ نہ لائیں، اس لئے اسلحہ جنگ بطن یا جُجمیں جو مکہ سے آٹھ میل ادھر ہے چھوڑ دیئے گئے، اور دو سو سواروں کا ایک دستہ اسلحہ کی حفاظت کیلئے متعین کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اونٹ کی رسی تھامے ہوئے آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے اترنے سے روکا ہے تو ہم تلوار کا وار کریں گے، وہ وار جو سر کو خوابگاہ سے الگ کر دے اور ساری دوستی ہوا کر دے صحابہ کا مجمع ساتھ تھا اور برسوں کی دیرینہ تمنا، وہ بڑے جوش کے ساتھ مناسک حج ادا کر رہے تھے، اہل مکہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب و

ہوا نے کمزور کر دیا ہے، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا، کہ لوگ طواف میں تین پہلے پھیروں میں اکڑتے ہوئے چلیں کے عربی زبان میں اس کو رمل'' کہتے ہیں، چنانچہ آج تک یہ سنت باقی ہے۔

اہل مکہ نے اگر چہ چار نا چار مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دے دی تھی تا ہم ان کی آنکھیں اس منظر کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی تھیں، رؤسائے قریش نے عموماً شہر خالی کر دیا اور پہاڑوں پر چلے گئے، تین دن کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہہ دو کہ شرط پوری ہو چکی اب مکہ سے نکل جائیں، حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت روانہ ہو گئے چلتے وقت حضرت حمزہؓ کی چھوٹی صاحبزادی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چاچا کہتی دوڑی آئی، حضرت علیؓ نے ہاتھوں میں اٹھا لیا، لیکن حضرت جعفرؓ (حضرت علی کے بھائی) اور زید بن حارثہؓ نے اپنے دعوے پیش کئے، حضرت جعفرؓ کہتے کہ یہ میرے چاچا کی لڑکی ہے، زیدؓ کہتے تھے کہ حمزہ میرے مذہبی بھائی تھے اس رشتہ سے یہ میری بھتیجی ہے، حضرت علیؓ کو دعوی تھا کہ میری ہمشیرہ بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوؤں کو برابر دیکھ کر ان کو اسماءؓ کی گود میں دے دیا، وہ امامہ کی خالہ تھیں، پھر فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔''

● غزوہ حنین

مکہ جب فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کرنا شروع کیا ہے لیکن ہوازن اور ثقیف پر اس کا الٹا اثر ہوا، یہ قبیلے نہایت جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے، اسلام کو جس قدر غلبہ ہوتا جاتا تھا یہ زیادہ مضطر ہوتے تھے کہ ان کی ریاست اور امتیاز کا خاتمہ ہوا جاتا ہے، اس بناء پر فتح مکہ سے پہلے ہوازن کے رؤساء نے عرب کا دورہ کیا اور ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلایا، پورے سال ان کی یہ کوشش جاری رہی اور تمام قبائل عرب سے قرار داد ہو گئی کہ ایک عام حملہ کیا جائے، مکہ فتح ہوا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب جلد تدارک نہ کیا گیا تو پھر کوئی طاقت اسلام کو زیر نہ کر سکے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی کے وقت ان کو یہ غلط خبر پہنچی تھی کہ حملہ کا رخ انہی کی طرف ہے اس لئے انتظار کی حاجت بھی نہیں رہی، ایک دفعہ بڑے زور وشور کے ساتھ خود حملہ کے لئے بڑھے، جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر قبیلہ اپنے تمام اہل وعیال لے کر آیا ہے کہ بچے اور عورتیں ساتھ ہوں گی تو ان کی حفاظت کی غرض سے لوگ جانیں دیدیں گے۔

اس معرکہ میں اگر چہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں، تاہم کعب اور کلاب الگ رہے، فوج کی سرداری کے لئے دو شخص انتخاب کئے گئے، مالک بن عوف اور درید بن الصمہ، اول الذکر قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم تھا، درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جشم کا سردار تھا، اس کی شاعری اور بہادری کے معرکے اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں، لیکن اس کی عمر سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا، چونکہ عرب اس کو مانتا تھا اور اس کی رائے وتدبیر پر تمام ملک کو اعتماد تھا، خود مالک بن عوف نے اس سے شرکت کی درخواست کی، پلنگ پر اٹھا کر اس کو میدانِ جنگ میں لائے، اس نے پوچھا! کہ یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا ''اوطاس' بولا کہ ہاں یہ مقام جنگ کے لئے موزوں ہے، اس کی زمین نہ بہت سخت ہے، نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں پھر پوچھا کہ یہ بچوں کے رونے کی آوازیں کیسی آرہی ہیں؟ لوگوں نے کہا بچے اور عورتیں ساتھ آئی ہیں کہ کوئی شخص پاؤں پیچھے نہ ہٹائے، بولا'' جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی، میدان جنگ میں صرف تلوار کام دیتی ہے، بدقسمتی سے اگر شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور ذلت ہوگی۔

پھر پوچھا کہ کعب اور کلاب بھی شریک ہیں یا نہیں؟ جب معلوم ہوا کہ ان معزز قبیلوں کا ایک شخص بھی میدان جنگ میں نہیں، تو کہا اگر آج کا دن عزت وشرف کا ہوتا تو کعب وکلاب غیر حاضر نہ ہوتے'' اس کی رائے تھی کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام میں فوجیں جمع کی جائیں اور وہیں اعلان جنگ

کیا جائے، لیکن مالک بن عوف نے جو تیس سالہ نوجوان تھا جوشِ شباب میں اس رائے کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ آپ کے ہوش جاتے رہے اور آپ کی عقل بے کار ہو چکی۔

رسول اللہ ﷺ کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے تصدیق کے لئے عبداللہ بن ابی حدرَ د کو بھیجا، وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن فوج میں رہ کر تمام حالات کی تحقیق کئے۔ آپ ﷺ نے مجبوراً مقابلہ کی تیاریاں کیں، سامان جنگ کیلئے قرض کی ضرورت پیش آئی، عبداللہ بن ربعہ جو نہایت دولتمند تھے ان سے تیس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ جو مکہ کا رئیس اعظم تھا، مہمان نوازی میں مشہور تھا، لیکن اب تک اسلام نہیں لایا تھا اس سے آپ ﷺ نے اسلحہ جنگ مستعار مانگے، اس نے سو زرہیں اور ان کے لوازمات پیش کئے۔

شوال 8 ہجری مطابق جنوری، فروری 630 اسلامی فوجیں، جنکی تعداد بارہ ہزار تھی، اس سروسامان سے حنین پر بڑھیں کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے لیکن بارگاہ ایزدی میں یہ نازش پسند نہ تھی۔

اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی، اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی، اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں، اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں کی یہی سزا ہے۔'' (توبہ)

مسلمانوں کو پہلے کامیابی ہوئی اور لوگ غنیمت پر ٹوٹ پڑے، دشمن کے تیراندازوں نے موقع پا کر تیراندازی شروع کر دی، جس سے مسلمانوں کی صفوں میں بے ترتیبی، انتشار اور پراگندگی پیدا ہوگئی۔

حضرت ابوقتادہؓ جو شریک جنگ تھے، ان کا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے، میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹ کر اندر اتر گئی، اس نے مڑ کر مجھ کو اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا، اسی اثناء میں عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟'' قضاء الٰہی یہی تھی۔

اس ظاہری شکست کے مختلف اسباب تھے، مقدمتہ الجیش میں جو حضرت خالد کی افسری میں تھا، زیادہ تر مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے، وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے، فوج میں دو ہزار طلقاء یعنی وہ لوگ تھے، جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے، ہوازن تیراندازی میں تمام عرب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، میدان جنگ میں ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا، کفار نے معرکہ گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیراندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں، کھوؤں اور دروں میں جابجا جما دئے تھے۔

تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہوگئی تھیں، لیکن ایک پیکر مقدس پابرجا تھا جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم، بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔

آپ ﷺ نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا یا مَعْشَرَ الانصار'' آواز کے ساتھ صدا آئی ''ہم حاضر ہیں، پھر آپ ﷺ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا، اب بھی وہی آواز آئی، آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ رجز آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر تھا۔

میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے،

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ہے۔

حضرت عباسؓ نہایت بلند آواز تھے، آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، انھوں نے نعرہ مارا: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارُ اے گروہ انصار! يَا أَصْحَابَ السَّمُرَةِ اے بیعت رضوان والو!

اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج پلٹ پڑی جن کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے، انھوں نے زرہیں پھینک دیئے اور گھوڑوں سے کود پڑے، دفعتہ لڑائی کا رنگ بدل گیا، کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں، بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے، لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے، اور جب ان کا علمبر دار عثمان بن عبداللہ مارا گیا، تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔

شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی، جس کے ساتھ سپہ سالار لشکر (مالک بن عوف) بھی تھا۔

درید بن الصمہ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس میں آیا، آپ ﷺ نے (ابو عامر اشعری کے ماتحت) تھوڑی سی فوج اس کے استیصال کے لئے بھیج دی، ابو عامر ڈرید کے بیٹے کے ہاتھ سے مارے گئے اور علم اسلام اس کے ہاتھ میں تھا، یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے آگے بڑھ کر حملہ کیا، دشمن کو قتل کر کے علم (جھنڈ) اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

اسیران جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی ان میں حضرت شیما بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں، لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر ﷺ کی بہن ہوں، لوگ تصدیق کے لئے آپ ﷺ کے پاس لائے، انہوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ ﷺ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے، فرط محبت سے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، ان کے بیٹھنے کے لئے خود چادر مبارک بچھائی، محبت کی باتیں کیں، چند شتر اور بکریاں عنایت کیں اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور اگر گھر جانا چاہو تو وہاں پہونچا دیا جائے، انہوں نے خاندان کی محبت سے گھر جانا چاہا، چنانچہ عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔

حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج طائف جا کر پناہ گزیں ہوئی اور جنگ کی تیاریاں کیں، طائف محفوظ مقام تھا، طائف اُس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی، یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا نہایت شجاع، تمام عرب میں ممتاز اور قریش کا گویا ہمسر تھا، عروہ بن مسعود جو یہاں کا رئیس تھا، ابوسفیان (امیر معاویہ کے باپ) کی لڑکی اس کو بیاہی تھی، کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤساء پر اترتا، یہاں کے لوگ فن جنگ سے بھی واقف تھے۔ طبری اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود، اور غیلان بن سلمہ نے جرش (یمن کا ایک ضلع میں جا کر قلعہ شکن آلات یعنی دباہ صنبور اور منجنیق کے بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا۔

یہاں ایک محفوظ قلعہ تھا، اہل شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کی، سال بھر کا سامان جمع کیا، چاروں طرف منجنیق اور جابجا قدر انداز متعین کئے۔

حضور ﷺ نے حنین کے مال غنیمت اور اسیران جنگ کے متعلق حکم دیا کہ جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کا عزم کیا، حضرت خالد مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کر دیئے گئے، غرض محاصرہ ہوا اور اسلام میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق استعمال کئے گئے، دبابہ پر اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت سے تیر باری کی کہ حملہ آوروں کو ہٹنا پڑا، بہت سے لوگ زخمی ہوئے، ۲۰ دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہوسکا۔ آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن چھوڑ دی جائے تب بھی کچھ اندیشہ نہیں، چونکہ صرف مدافعت مقصود تھی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے، صحابہ نے عرض کی کہ آپ ان کو بد دعا دیں، آپ ﷺ نے یہ دعا دی: ''اے خدا ثقیف کو ہدایت کر اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔''

محاصرہ چھوڑ کر آپ جعرانہ میں تشریف لائے، مال غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا، چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی، اسیرانِ جنگ کے متعلق آپ ﷺ نے انتظار کیا کہ ان کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے، لیکن کئی دن گزرنے پر کوئی نہ آیا، مال غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کئے گئے خمس بیت المال اور غرباء و مساکین کے لئے رکھا گیا۔

مکہ کے اکثر رؤساء جنہوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے، انہی کو قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب'' کہا ہے، قرآن

مجید میں جہاں غنیمت کے مصارف بیان کئے ہیں، ان لوگوں کا نام بھی ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دئے۔
جن لوگوں پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہل مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے، اس پر انصار کو رنج ہوا، بعضوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے قریش کو انعام دیا اور ہم کو محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں، بعض بولے کہ مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔
حضور ﷺ نے یہ چرچے سنے تو انصار کو طلب فرمایا، ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں لوگ جمع ہوئے، آپ ﷺ نے انصار سے خطاب کیا اور فرمایا تم نے ایسا کہا؟ لوگوں نے عرض کی کہ حضور! ہمارے سربرآوردہ لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا، نوخیز نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے، صحیح بخاری باب مناقب الانصار میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے انصار کو بلا کر پوچھا ''یہ کیا واقعہ ہے؟ تو چونکہ انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے، انہوں نے کہا: ''آپ ﷺ نے جو سنا صحیح ہے''
آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس کی نظیر فن بلاغت میں نہیں مل سکتی، انصار کی طرف خطاب فرما کر کہا" کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت کی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولتمند کیا؟ آپ ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسول ﷺ کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔''
آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، تم یہ جواب دو کہ اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، آپ (ﷺ) کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، آپ (ﷺ) مفلس آئے تھے ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔''
یہ کہہ کر آپ ﷺ نے فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو، لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اور لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو اپنے گھر لے آؤ۔
انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ہم کو صرف محمد ﷺ درکار ہیں اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں، آپ ﷺ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیف قلب کے لئے دیا۔
حنین کے اسیران جنگ اب تک جعرانہ میں محفوظ تھے، ایک معزز سفارت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اسیران جنگ رہا کر دئے جائیں، یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ اسی قبیلہ کی تھیں، رئیس قبیلہ نے تقریر کی اور آپ ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ''جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں انہی میں آپ ﷺ کی پھوپھیاں اور آپ ﷺ کی خالائیں ہیں، خدا کی قسم سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو، نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو تو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لئے سفارش کرتا ہوں، مہاجرین اور انصار فوراً بول اٹھے ''ہمارا حصہ بھی حاضر ہے اس طرح چھ ہزار دفعۃً آزاد ہوئے۔

- ## غزوہ تبوک

ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں، عرب کے عیسائی قبائل بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ نبی ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک

کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمراں تھی اور جس کی فوج حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔ مسلمان بے سروسامان تھے سفر دور دراز کا تھا، عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی، مدینہ میں میوے پک گئے تھے، میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔

نبی کریم ﷺ نے تیاری سامان کے لئے عام چندہ کی فہرست کھولی، حضرت عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دے ان کو "مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ" کا خطاب ملا۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم پیش کئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے گھر میں جو کچھ تھا اس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا حاضر کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے اگر چہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی چھوڑ کر نہ آئے تھے۔ ابو عقیل انصاریؓ نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کئے اور یہ بھی عرض کی کہ رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا، دو سیر بیوی بچے کے لئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بکھیر دو غرض ہر صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص وفراخ دلی سے کام لیا تقریباً بیاسی شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانہ کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد ﷺ اور ان کے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکیں گے، قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔

اللہ کے نبی ﷺ تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوئے۔ مدینہ میں سَباع بن عرُ فُطہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت علی مرتضیٰؓ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لئے مامور فرمایا۔ لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی اٹھارہ شخصوں کے لئے ایک اونٹ مقرر تھا، رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے، جس سے ہونٹ سوج گئے تھے، پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں، اونٹوں کو (اگر چہ سواری کے لئے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی آنتوں کا پانی پیا کرتے تھے۔ الغرض صبر واستقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔ ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چڑھانے اور کھجانے لگے تھے، کوئی کہتا نکما سمجھ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا، ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی، دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے، لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں ورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارون تھے گو میرے بعد کوئی نبی نہیں'' یہ سن کر علی مرتضی خوش وخرم مدینہ کو واپس تشریف لے گئے۔

تبوک پہنچ کر نبی ﷺ نے ایک ماہ قیام فرمایا، اہل شام پر اس دلیرانہ اقدام کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقعہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا ہے۔

تبوک میں ایک نماز کے بعد آپ ﷺ نے اللہ پاک کی بہترین حمد وثنا کے بعد ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا:

ہر ایک کلام میں صدق میں بڑھ کر اللہ کی کتاب ہے، سب سے بڑھ کر بھروسہ کی بات تقوی کا کلمہ ہے، سب ملتوں سے بہتر ملت، ابراہیم (علیہ السلام) کی ہے، سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے، سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے، سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے، بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں، امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو، انبیاء کی طریقہ سب طریقوں سے خوب تر ہے، شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے، سب سے بڑھ کر اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے، عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو، بہترین ہے جس پر لوگ چل سکیں، بدترین کوری (اندھاپن) دل کی کوری ہے، بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے، بدترین

معذرت وہ ہے جو جانکنی کے وقت کی جائے، بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی، بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں دل پیچھے لگے ہوتے ہیں، ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں، سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے، سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے، سب سے عمدہ توشہ تقویٰ ہے، دانائی یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو، دل نشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے، شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے، آواز سے رونا جاہلیت کا کام ہے، خیانت کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے، مال و دولت نار دوزخ کا داغ ہے، شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے، بدترین روزی یتیم کا مال کھانا ہے، سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے، اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی سے بدبخت ہو، عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے، بدترین بات وہ ہے جو جھوٹی ہے، جو بات ہونے والی ہے وہ بہت قریب ہے، مومن کو گالی دینا فسق ہے، مومن کو قتل کرنا کفر ہے، مومن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے، مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون، جو خدا سے استغنٰی کرتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے، جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اس کے عیوب چھپاتا ہے، جو معافی دیتا ہے اسے معافی دی جاتی ہے، جو غصہ کو پی جاتا ہے خدا اسے اجر دیتا ہے، جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اسے اجر دیتا ہے، جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے خدا اسے بڑھاتا ہے، جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے، خدا اسے عذاب دیتا ہے، پھر تین مرتبہ استغفار پڑھ کر حضور ﷺ نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔

ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرماتے تھے، ان کا نام عبداللہ تھا، ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ مر گیا، چچا نے پرورش کی تھی، جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی تھی، عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا، لیکن چچا سے اس قدر ڈرتے تھے کہ اظہار اسلام نہ کر سکے، جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا، پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے، میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

چچا نے جواب دیا دیکھ اگر محمد ﷺ کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا، تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔

عبداللہ نے جواب دیا" چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کا اتباع ہی قبول کروں گا، شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں اب جو آپ کا منشا ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجئے، میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لئے میں اس کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

عبداللہ نے یہ کہہ کر کپڑے اتار دیئے اور ماں کے سامنے گئے، ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا، عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ستر پوشی کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے، مہربانی کر کے دید یجئے، ماں نے ایک کمبل دے دیا، عبداللہ نے کمبل پھاڑ کر آدھے کا تہ بند بنا لیا، آدھا اوڑھ لیا اور مدینہ کو روانہ ہو گئے علی الصبح مدینہ مسجد نبوی میں پہنچ گئے اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظر بیٹھ گئے، نبی کریم ﷺ جب مسجد مبارک میں آئے انہیں دیکھ کر پوچھا کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے، فقیر و مسافر ہوں، عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت آ پہنچا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا نام عبداللہ ہے، ذوالبجادین لقب تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔"

حضرت عبداللہؓ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے، نبی کریم ﷺ سے قرآن سیکھتے اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتے۔

ایک دفعہ عمر فاروقؓ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قرآت میں مزاحمت ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمر! اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبداللہؓ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ میں

بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ، عبداللہ چھلکا لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا الٰہی میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں عبداللہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو شہادت کا طالب ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب غزوہ کی نیت سے تم نکلو اور پھر نجا آ جائے اور مر جاؤ تپ بھی تم شہید ہی ہو گے۔'' تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ بخار چڑھی اور عالم بقا کو الوداع کہہ گئے، بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

رات کا وقت تھا حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا، ابوبکرؓ، وعمرؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے، نبی کریم ﷺ بھی اس کی قبر میں اترے تھے اور ابوبکرؓ وعمرؓ سے فرمارہے تھے ''اَدْنِیَا اِلَیَّ اَخَاکُمَا'' اپنے بھائی کو مجھ سے قریب کرو حضور ﷺ نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا: اے اللہ میں ان سے راضی ہوا تو بھی ان سے راضی ہو جا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کاش اس قبر میں میں دفن کیا جاتا۔

تبوک سے واپس پھرے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ عالم شوق میں استقبال کو نکلے یہاں تک کہ پردہ نشینان حرم بھی جوش میں گھروں سے نکل پڑیں۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد (ﷺ) اور ان کے دوست قید ہو کر کسی دور جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح وسالم مدینہ نہ پہنچیں گے، وہ اب پشیماں ہوئے اور انہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے، نبی کریم ﷺ نے سب کو معافی دیدی، لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی ستی وکاہلی کی وجہ سے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے، ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے امتحان بھی دینا پڑا۔ ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ بزرگوار حضرت کعب بن مالک انصاریؓ ہیں اور ان 73 سابقین میں سے ہیں، جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا، نہ کوئی عذر تھا، سفر کا سامان مرتب تھا، عمدہ اونٹیاں میرے پاس موجود تھیں، میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، اس سفر کے لئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید لئے تھے، حالانکہ اس سے پیشتر، میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے، لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردد نہ تھا، میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا۔ میں چل پڑوں گا، لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر میں کل جا ملوں گا، دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے، اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس کا مل سکنا مشکل ہو گیا، مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے، اور کوئی بھی راستہ میں نہ ملا، یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج وغم کی آگ لگ گئی، یہ دن میرے اس طرح گزر گئے کہ نبی کریم ﷺ واپس بھی تشریف لے آئے، اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا کے رسول ﷺ کے عتاب سے بچاؤ کروں، لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے، مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے، آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا: میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔

نبی کریم ﷺ نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے تھے، کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تو سب کچھ تھا، میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا، شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے آپ کے ساتھ چلنے سے روک دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو بعض لوگوں نے کہا دیکھو! اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا، میں نے کہا وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور میں کہیں کا بھی نہ رہتا، معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے میں نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا ''ہاں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسول خدا ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے، اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی، ان دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے باہر بھی نہ نکلے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا گھر سے نکلتا مسجد نبوی میں جاتا، نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی کریم ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا کرتے، میری شکستگی کو ملاحظہ فرماتے، اور جب میں حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور ﷺ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا، ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا ابوقتادہ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی سامنے اس کا باغ تھا وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا، میں اس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا، میں نے کہا" ابوقتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں، پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے؟'' ابوقتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا، جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کو خوب معلوم ہے مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور خوب رویا، میں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا، یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا، لوگوں نے بتادیا کہ وہ یہی شخص ہے، اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا، خط میں لکھا تھا:

ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے، تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں، ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے، اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں۔''

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی، اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے، اس خیال سے میرے غم میں اور اضافہ ہو گیا، خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا۔ اور کہہ دیا" جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات والتفات سے مجھے اپنے آقا (ﷺ) کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے۔''

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے، اس نے کہا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو میں نے پوچھا'' کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں، صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے، یہ سن کر اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا، مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا، ہلال کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہلال کمزور اور ضعیف ہیں اور ان کی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں اگر اجازت ہو تو میں ان کی خدمت کرتی رہوں، فرمایا ہاں اس کے بستر سے دور رہو، عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہلال کا رنج و غم سے ایسا حال ہے کہ انہیں تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا۔

اب مجھے لوگوں نے کہا تم بھی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے میں نے کہا'' میں تو ایسی جرات نہیں کرنے کا، کیا خبر حضور اجازت دیں یا نہ دیں، اور میں جوان ہوں اپنا کام خود کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن گزر گئے، ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نادم تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے آواز دی کعب کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی، یہ آواز سنتے ہی میرے دوست واحباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول، میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی کریم ﷺ مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے، میں نے آگے بڑھ کر سلام

عرض کیا، اس وقت چہرہ مبارک خوشی ومسرت سے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہوجاتا تھا، مجھے فرمایا ''کعب مبارک! اس بہترین دن کے لئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا، آؤ تمہاری توبہ کو رب العلمین نے قبول فرمالیا ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قبولیت کے شکرانہ میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' میں نے عرض کیا ''نصف فرمایا ''نہیں'' میں نے عرض کیا ''ثُلُث فرمایا، ہاں ثُلُث خوب ہے اور ثُلُث بھی بہت ہے۔

منافقین ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ مسلمانوں میں کسی طرح پھوٹ ڈال دیں، ایک مدت سے وہ اس خیال میں تھے کہ مسجد قبا کے توڑ پر وہیں ایک اور مسجد اس حیلہ سے بنائیں کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی میں نہ پہنچ سکیں یہاں آکر نماز ادا کرلیا کریں، ابوعامر جو انصار میں سے عیسائی ہوگیا تھا اس نے منافقین سے کہا تم سامان کرو، میں قیصر کے پاس جاکر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کردے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک تشریف لیجانے لگے تو منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے، آپ چل کر اس میں ایک دفعہ نماز پڑھا دیں تو مقبول ہوجائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت میں مہم پر جارہا ہوں، جب تبوک سے واپس پھرے تو حضرت مالک اور حضرت معن بن عدیؓ کو حکم دیا کہ جاکر مسجد میں آگ لگادیں، اسی مسجد کی شان میں یہ آیتیں اتری ہیں۔

اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہونچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جنگ کرچکے ہیں ان کے گھات کی جگہ بنائیں، اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی، مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں، تم اس مسجد میں کبھی کھڑے بھی نہ ہونا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا کرو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔'' (توبہ)